Category Y

AL-HAYAT Research Journal

ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

Volume 3 Issue 1 (October-December 2025)

برصغیر کی آزادی اور اصلاحِ امت کی جدوجہد میں حاجی صاحب ترنگزئیؒ کا کردار

The Role of Haji Sahib Turangzai (RA) in the Struggle for the Independence of the Subcontinent and the Reformation of the Muslim Ummah

Dr. Muhammad Dawood Khan
Assistant professor, Department of Islamic studies and religious Affairs, Bacha Khan University Charsadda, muhammaddawoodkhan749@gmail.com

Zakir ullah
PhD scholar department of Islamic studies and religious Affairs, University of Malakand, zakiruom438@gmail.com

Sayed Ihtisham Ul Haq
Lecturer department of Islamic Studies and Religious Affairs Bacha Khan University, Charsadda sayedihtisham1991@gmail.com

Loqman Ahmad
Lecturer department of Islamic studies and religious Affairs Bacha Khan University Charsadda Loqman550@gmail.com

Abstract

Haji Sahib Turangzai (رح) emerged as a pivotal figure in the freedom struggle of the Indian Subcontinent and the moral and educational revival of the Muslim Ummah. Far more than a freedom fighter, he was a visionary reformer, educator, and spiritual guide who dedicated his life to the uplift and unity of his people. In an era of British colonial repression—marked by political subjugation and moral decline—Haji Sahib launched a comprehensive reform movement rooted in the revival of Islamic values and the reconstruction of Muslim identity on spiritual, ethical, and educational foundations. He firmly believed that genuine independence could not be achieved through political emancipation alone, but required spiritual awakening, moral purification, and the restoration of Islamic education. Under his guidance, mosques were transformed into centres of learning and moral instruction; un-Islamic practices were discouraged; and local Islahi Jirgas replaced colonial courts, restoring justice to its communal and ethical roots. His message inspired Muslims toward self-reliance, discipline, and resistance to colonial domination.

To consolidate the intellectual and spiritual basis of his movement, Haji Sahib established independent madaris that combined religious instruction with practical training, nurturing individuals who were spiritually enlightened and socially conscious. These institutions also served as centres for moral reform and, when necessary, resistance, offering basic military training to prepare students for anti-colonial struggle. Deeply influenced by Sheikh-ul-Hind Maulana Mahmood al-Hasan (رح), Haji Sahib developed an extensive network of madaris and reform centres throughout the frontier region. This network later became an ideological nucleus for the Silk Letter Movement and subsequent freedom efforts. This paper critically examines Haji Sahib Turangzai's reformative, educational, and revolutionary contributions, highlighting how his integrated approach to faith, education, and reform rekindled the Islamic spirit, moral strength, and collective consciousness of Indian Muslims—laying an enduring foundation for political freedom through spiritual renewal and intellectual empowerment.

Keywords: Haji Sahib Turangzai, Islamic Reform Movement, Silk Letter Movement, Religious Education and Madaris, Anti-Colonial Struggle, Social and Moral Reformation

برصغیر کی تحریکِ آزادی میں وہ شخصیات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی جنھوں نے صرف سیاسی میدان میں نہیں بلکہ فکری، دینی اور اخلاقی محاذ پر بھی جدوجہد کی۔ انہی میں حاجی صاحب ترنگزئیؒ کا نام بڑی عزت و وقار سے لیا جاتا ہے۔ انہوں نے غلامی، جہالت اور اخلاقی پستی کے دور میں ایمان، تعلیم اور اصلاح کی شمع جلائی۔ ان کی تحریک محض انگریزوں کے خلاف سیاسی مزاحمت نہیں تھی بلکہ ایک جامع اصلاحی جدوجہد تھی جس میں تعلیم، اخلاق، سماجی بیداری اور ملی خود مختاری کے تمام پہلو شامل تھے۔ ان کی دعوت نے عوام میں دینی حمیت، اتحادِ امت اور آزادی کی تڑپ کو بیدار کیا۔

در حقیقت حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی جدوجہد اس فکری و روحانی سلسلے کی کڑی تھی جو شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور دیگر اکابرِ ملت نے امتِ مسلمہ کی اصلاح اور نجات کے لیے قائم کیا تھا۔ انہوں نے واضح کیا کہ سیاسی آزادی کا اصل سرچشمہ اسلام کی تعلیمات، اخلاقی تربیت اور اجتماعی نظم میں پوشیدہ ہے۔ ان کی تحریک نے سرحدی علاقوں کے عوام کو دینی شعور اور ملی احساس سے آشنا کیا، جس کے اثرات پورے برصغیر کی تحریکِ آزادی میں محسوس کیے گئے۔ حاجی صاحبؒ کا مشن علم، عمل اور ایمان کا حسین امتزاج تھا، جس نے غلام ذہنوں میں خودی، حریت اور دینی غیرت کی نئی روح پھونک دی۔

مولانا فضل واحد (حاجی صاحب ترنگزئی)

آپؒ کا اصل نام فضل واحد تھا، اور تاریخ میں آپ "فخر المجاہدین" اور "شیخ الافاغنہ" جیسے جلیل القدر القاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ عوام و خواص میں آپ زیادہ تر حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی ولادت 1848ء میں ضلع چارسدہ کے تاریخی قصبے ترنگزئی(1) میں ایک دیندار اور غیور پٹھان خاندان میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم فضل احد ایک نیک سیرت، خدا ترس اور دیندار شخصیت کے مالک تھے، جنہوں نے اپنے گھرانے میں دینی و اخلاقی تربیت کی فضا قائم کر رکھی تھی۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے ہی میں حاصل کی، اور کم عمری سے ہی آپ میں دینی ذوق، حبِ وطن اور جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ نمایاں نظر آتا تھا۔ بعد ازاں آپ نے مختلف علمی شخصیات سے اکتسابِ فیض کیا، اور جلد ہی علم و عمل، تقویٰ و شجاعت اور قیادت و بصیرت کے پیکر بن گئے۔ آپ نے برصغیر میں انگریز سامراج کے خلاف جہاد میں مرکزی کردار ادا کیا۔ آپ کی قیادت میں ترنگزئی کا علاقہ حریت و استقلال کی علامت بن گیا۔ آپ نہ صرف ایک روحانی پیشوا تھے بلکہ ایک عملی مجاہد، مدبر اور عوامی راہنما بھی تھے، جنہوں نے اپنی تمام زندگی دینِ اسلام اور آزادیِ وطن کے لیے وقف کر دی۔

خاندانی پس منظر:

جس خانوادے میں حضرت حاجی صاحبؒ ترنگزئی نے جنم لیا، وہ صدیوں سے اصلاحِ باطن، تزکیۂ نفس اور خدمتِ دین کا مرکز رہا ہے۔ یہ خاندان نہ صرف روحانیت و طریقت میں اپنی مثال آپ تھا بلکہ ہر دور میں جہاد و قیادت کے میدان میں بھی امتِ مسلمہ کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا رہا۔ یہی دینی غیرت، روحانی بلندی اور عملی قیادت اس خاندان کا نمایاں امتیاز رہا ہے۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ جب سلطان محمود غزنویؒ نے آخری مرتبہ سومنات کی فتح کے لیے مہم کا ارادہ فرمایا، تو انہوں نے باباولی قندہاری سے دعا اور رفاقت کی درخواست کی۔ باباولی قندہاری نے خود شریکِ سفر ہونے کے بجائے اپنے عزیز پوتے سید عبداللہ کو بطور تبرک اور نیک شگون سلطان محمود غزنویؒ کے ساتھ جہاد میں روانہ کیا۔ رخصت کرتے وقت باباولی نے اپنے پوتے سے فرمایا:

"اے میرے لختِ جگر! تو سلطان محمود کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے روانہ ہو، لیکن میری نصیحت یاد رکھنا—واپس نہ آنا، بلکہ اسی راہِ حق میں قیام پانا۔"

اللہ تعالیٰ نے سلطان محمود غزنویؒ کو اس مہم میں شاندار کامیابی عطا فرمائی۔ فتح کے بعد سید عبداللہ، جو بعد ازاں "پیر بودلے" کے نام سے مشہور ہوئے، نے ہشت نگر کے علاقے ترنگزئی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہی بزرگ حضرت حاجی صاحبؒ ترنگزئی کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ ان کی نسل نے اسی خطے میں علم و تقویٰ، شجاعت و قیادت کے نقوش چھوڑے۔ وقت کے ساتھ ان کی اولاد مختلف علاقوں میں پھیل گئی—کچھ ترنگزئی میں مقیم ہوئیں، بعض نے اتمانزئی اور بعض نے یوسف زئی کے علاقوں میں سکونت اختیار کی۔ یوں یہ خانوادہ اپنے اندر روحانیت، شجاعت، علم اور خدمتِ دین کی ایک مسلسل داستان لیے ہوئے ہے، جس کی روشن قندیل حضرت حاجی صاحبؒ ترنگزئی کی صورت میں اپنے عروج کو پہنچی۔(2)

پیر بودلے بابا کی اولاد کا علاقے میں غیر معمولی اثر و نفوذ تھا۔ پٹھان قوم چونکہ فطری طور پر مشائخ اور سادات کا احترام اپنے ایمان کا حصہ سمجھتی ہے، اس لیے ان کی روحانی حیثیت کے ساتھ ساتھ سیاسی اثر بھی روز بروز بڑھتا گیا۔ جب سکھوں نے صوبہ سرحد پر قبضہ جمانے کے لیے اپنی فوجی اور سیاسی سرگرمیاں تیز کیں، تو ہشتنگر کے عوام نے حاجی صاحبؒ ترنگزئی کے جدامجد پیر سید رستم شاہ کی قیادت میں حضرت سید احمد شہیدؒ بریلوی کے ساتھ مل کر سکھوں کے خلاف بھرپور جہاد کیا۔ بعد ازاں جب برطانوی سامراج نے سرحدی علاقوں میں قدم جمانے شروع کیے، تو اس وقت بھی پیر سید رستم شاہ اور ان کے فرزند پیر سید فضل احمد شاہ (جو حاجی صاحبؒ ترنگزئی کے والد تھے) نے برطانوی اقتدار کے خلاف عوامی مزاحمت کی قیادت کی۔

خصوصاً 1857ء کی جنگِ آزادی کے دوران مردان اور چارسدہ کے عوام نے "گائیڈ" فوج کے مسلم سپاہیوں کو انگریزوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ اس جرات مندانہ اقدام پر انگریزوں نے سخت جوابی کارروائی کی، باغی سپاہیوں کو قید و بند کی صعوبتیں دیں اور ان کے اسلحے ضبط کر لیے۔ یوں یہ واضح ہوتا ہے کہ حاجی صاحبؒ ترنگزئی کا خانوادہ نہ صرف روحانیت و اصلاح میں پیش پیش تھا بلکہ آزادی و حریت کی جدوجہد میں بھی ہمیشہ صفِ اول میں رہا۔(3)

تعلیم: ابتدائی تعلیم کے مرحلے میں حضرت حاجی صاحبؒ ترنگزئی نے اپنے علاقے کے ملا حمید الدین سے قرآنِ مجید کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد مولانا ابو بکر اخون زادہ (جو اپنے وقت کے معروف عالم دین تھے) سے بنیادی دینی علوم حاصل کیے۔ بعد ازاں آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے تہکال (پشاور) کے ایک معروف مدرسہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے وہاں چھ سال تک قیام فرمایا اور درسِ نظامی کی

OPEN ACCESS

تعلیم حاصل کی۔ یہ مدرسہ چونکہ کابل اور دہلی کو ملانے والی اہم شاہراہ پر واقع تھا، اس لیے اس زمانے میں جب تحریکِ آزادی کے مختلف اکابر اور مشائخ کابل اور دہلی کے درمیان سفر کرتے تو اکثر اس مدرسہ میں قیام فرماتے۔ ان ملاقاتوں نے حاجی صاحبؒ کے اندر حریتِ فکر، جہاد، اور اصلاحِ امت کا جذبہ بیدار کیا۔ مزید برآں، مدرسہ کا مہتمم خود تحریکِ ولی اللّٰہی سے وابستہ تھا، جس کے اثرات حاجی صاحبؒ کی فکری تربیت پر گہرے انداز میں مرتب ہوئے۔ یہ چھ سالہ علمی قیام مکمل کرنے کے بعد آپ اپنے گاؤں واپس تشریف لے آئے اور عبادت، ریاضت، اور کھیتی باڑی میں مشغول ہو گئے۔ تاہم، دل میں روحانی کمالات کے حصول کی آرزو باقی رہی۔ چنانچہ آپ افغانستان کے شہر جلال آباد کے قریب گاؤں "ہڈہ " تشریف لے گئے، جہاں اس وقت کے مشہور روحانی پیشوا حضرت مولانا نجم الدین المعروف بہ "ہڈہ ملا صاحب " مقیم تھے۔ ہڈہ ملا صاحب، حضرت اخوند عبد الغفور صاحب سواتیؒ کے خلیفہ خاص تھے۔ وہ نہ صرف علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے بلکہ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ انگریزوں کے خلاف جہاد میں صرف کیا۔ حضرت اخوند صاحب سواتؒ کی وفات کے بعد آپ نے تقریباً باون (52) سال تک انگریزوں کے مقابلے میں جہادی جدوجہد جاری رکھی۔

حضرت حاجی صاحبؒ ترنگزئی نے انہی عالمِ باعمل، صوفیِ کامل، اور مجاہدِ اسلام کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ ہڈہ ملا صاحب نے آپ کو نہ صرف بیعت سے مشرف فرمایا بلکہ خرقۂ خلافت سے بھی نوازا، جس سے آپ کے روحانی سفر کا نیا باب شروع ہوا۔ (4)

جدجہد آزادی میں کردار:

برصغیر کی سرزمین پر جب انگریزی سامراج نے اپنے تسلط کو مضبوط کرنے کی کوشش کی تو پورے خطے میں آزادی اور حریت کی صدائیں بلند ہوئیں۔ انہی مجاہدینِ آزادی میں ایک عظیم المرتبت، باعمل اور باعزم شخصیت حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ کا نام تاریخ کے اوراق پر سنہری حروف میں رقم ہے۔ آپ کو بجا طور پر "مجاہدِ کبیر " اور "شیخ الافاغنہ " کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حاجی صاحبؒ نے نہ صرف مقامی سطح پر بلکہ برصغیر اور افغانستان کی حد تک پھیلی ہوئی آزادی کی تحریکوں میں فعال اور فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ آپ کی زندگی کا ہر مرحلہ — چاہے وہ دینی خدمت ہو، سیاسی جدوجہد، یا تصوف و اصلاحِ نفس کا میدان — عملی جہاد اور قوم بیداری کے جذبے سے سرشار رہا۔ آپ کی شخصیت اپنے اندر علم، عمل، شجاعت، بصیرت، قیادت اور روحانیت کا حسین امتزاج رکھتی تھی۔ آپ بیک وقت عالمِ دین، صوفیِ باعمل، مجاہدِ اسلام، مدبر سیاست دان، نڈر مصلح، اور انقلابِ فکری کے رہنما تھے۔ آپ نے امتِ مسلمہ کے احیائے دین اور غلامی سے نجات کے لیے اپنی تمام توانائیاں وقف کر دیں۔ معروف محقق اور ادیب محمد شفیع صابر نے بجا طور پر آپ کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

"حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ ایک عظیم انقلابی راہنما، مجاہدِ اسلام، مصلحِ قوم اور تحریکِ احیاءِ اسلام کے بلند پایہ علمبردار تھے۔ اُن کی وسعتِ نظر، خلوصِ نیت، ایثار، اور جذبۂ جہاد اس بات کی دلیل ہے کہ پاکستان کی بنیاد دراصل اُن کے خوابوں کی تعبیر ہے۔ اگر برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کو نشاۃ ثانیہ کا مجدد کہا جاتا ہے تو صوبہ سرحد اور آزاد قبائل میں حضرت حاجی صاحبؒ ترنگزئی یقیناً غلبۂ اسلام کے لیے سرگرم تمام تحریکوں کے سالار تھے۔ وہ قوم کے حقیقی محسن تھے اور قوم ان کی جتنی بھی قدر کرے، کم ہے۔" (5)

حقیقت یہ ہے کہ حاجی صاحبؒ ترنگزئی کا وجود اس عہد میں روحِ جہاد، علم و عمل اور اصلاحِ امت کی ایک تابندہ علامت بن کر ابھرا۔ آپ کی جدوجہد نے آنے والی نسلوں کو آزادی، خودی اور ایمان کی قوت سے روشناس کرایا — یہی وجہ ہے کہ تاریخِ حریتِ ہند میں آپ کا نام ہمیشہ عزت و وقار کے ساتھ یاد رکھا جائے گا۔ محمد شفیع صابر حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) میں انگریز سامراج کے خلاف عملی جہاد کا آغاز سب سے پہلے حاجی صاحب ترنگزئیؒ نے کیا۔ وہ ایک ایسی ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے جو ہر لحاظ سے اپنے اسلاف کے حقیقی نمونے نظر آتے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو دینی غیرت، ملی حمیت، اور اصلاحِ امت کے جذبے سے لبریز تھا۔ حاجی صاحبؒ نے اپنے علاقے میں نہ صرف جہادِ آزادی کی شمع روشن کی بلکہ لوگوں کی دینی و اخلاقی تربیت، اتحادِ امت، اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے بھی اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔ ان کی جدوجہد کا دائرہ صرف سیاسی آزادی تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ ایک مصلح، داعی اور عملی مجاہد کی حیثیت سے زندگی کے ہر میدان میں فعال رہے۔ ان کا مقصد صرف ظاہری آزادی نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کی فکری، اخلاقی اور روحانی بیداری بھی تھا۔" (6)

تحریکِ آزادی کے آغاز ہی میں جب حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کا پیغام حاجی صاحب ترنگزئیؒ تک پہنچا تو آپ نے فوراً اس نداءِ جہاد پر لبیک کہا اور سنتِ ہجرت کو زندہ کرتے ہوئے اپنے وطن سے بونیر کی طرف ہجرت اختیار کی۔ اس طرح آپ نے نہ صرف مجاہد فی سبیل اللہ ہونے کا عملی ثبوت دیا بلکہ مہاجر فی سبیل اللہ ہونے کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ کی یہ ہجرت محض مقام کی تبدیلی نہیں تھی بلکہ ایک عزم و ایمان سے لبریز روحانی و انقلابی قدم تھا جو آزادیِ وطن اور احیائے ملتِ اسلامیہ کی راہ میں سنگِ میل ثابت ہوا۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ نے بارہا اپنے قریبی رفقاء، بالخصوص مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور مولانا عزیز گلؒ کو حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی خدمت میں بھیج کر انہیں اپنے مشنِ حریت میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ شیخ الہندؒ نے ان سے درخواست کی کہ وہ اپنے وطن کو چھوڑ کر آزاد علاقے میں منتقل ہو جائیں اور وہاں جہادِ آزادی کے مرکزی قیادت سنبھالیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے شاگردوں کو ہدایت دی کہ وہ حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے احکامات کی مکمل اطاعت کریں اور ہر ممکن طریقے سے ان کی مدد و نصرت میں حصہ لیں۔

چنانچہ 1914ء میں جب جنگِ عظیم اوّل کا آغاز ہوا تو حاجی صاحب ترنگزئیؒ نے بونیر میں پہنچ کر عملی طور پر جہادِ آزادی کا علم بلند کیا۔ ان کی قیادت میں مجاہدین نے انگریزی افواج کے مقابلے میں نہایت جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا اور کئی محاذوں پر دشمن کی فوجوں کو پسپا کر دیا۔ ان کی تحریک نے صوبہ سرحد ہی نہیں بلکہ پورے برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی کی ایک نئی روح پھونک دی اور وہ تاریخِ آزادیِ ہند کے ایک ناقابلِ فراموش باب بن گئے۔" (7) نامور پشتون مورخ عبد الحلیم اثر افغانی اس تاریخی ہجرت کو محض ایک سیاسی اقدام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت و تائید قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ پر قدرتِ الٰہیہ کی خاص عنایت شاملِ حال تھی، کیونکہ اگر یہ ربانی تائید شامل نہ ہوتی تو اس ہجرت کے نتائج بھی بالکل مختلف ہو سکتے تھے۔ اثر افغانی کے مطابق دو واضح امکانات تھے: ایک یہ کہ حاجی صاحب ترنگزئیؒ اور ان کے رفقاء بھی شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور ان کے ساتھیوں کی طرح مالٹا کی قید میں مبتلا ہو جاتے؛ دوسرا یہ کہ اگر حاجی صاحب ترنگزئیؒ نے یہ جرأت مندانہ قدم نہ اٹھایا ہوتا تو قبائلی علاقوں میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی وہ روح کبھی زندہ نہ رہتی جو 1914ء سے 1937ء تک مسلسل جاری رہی۔

OPEN ACCESS

اثر افغانی مزید لکھتے ہیں کہ حاجی صاحبؒ کی اس ہجرت اور ان کی قیادت کے باعث تیئیس (23) برس تک انگریزی سامراج کے خلاف مزاحمت کا سلسلہ قائم رہا۔ یہی وہ طویل جدوجہد تھی جس نے بعد ازاں برصغیر میں آزادی کی متعدد تحریکوں، مثلاً "اصلاح الافاغنہ"، "تحریکِ خلافت" اور "تحریکِ پاکستان" کو غیر معمولی تقویت بخشی۔ اگر حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی قیادت اور ان کے جہادِ آزادی کا تسلسل نہ ہوتا، تو ممکن ہے کہ ان تحریکوں کو وہ فکری و عملی بنیاد نہ مل پاتی جس نے بعد میں آزادی کے خواب کو حقیقت میں بدلا۔ یوں اثر افغانی کے نزدیک حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی ہجرت اور جہاد دراصل ایک الٰہی منصوبے کا حصہ تھی جس نے نہ صرف انگریزی اقتدار کے خلاف مزاحمت کو مضبوط کیا بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں حریت و غیرتِ ایمانی کی شمع ہمیشہ کے لیے روشن کر دی۔"([8])

رئیس المجاہدین کا لقب:

سنِ 1914ء میں دہلی کی مشہور فتح پوری مسجد میں تحریکِ حزب اللہ کا ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوا، جس نے تحریک کو از سرِ نو منظم کرنے اور عملی حکمتِ عملی وضع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی اجلاس میں جہادی امور کی سربراہی کے لیے حضرت حاجی صاحبؒ ترنگزئی کو نمایاں ذمہ داریاں سونپی گئیں اور انہیں تحریک کے مجاہدین کا بے باک سربراہ قرار دیا گیا۔ قاضی اسلم سخبری کے مطابق، تحریکِ حزب اللہ کے جہادی شعبے کا نظم و نسق براہِ راست حاجی صاحبؒ کے کنٹرول میں دیا گیا اور تحریک کے تمام صوبائی و علاقائی ذیلی اداروں کو حکم دیا گیا کہ وہ عملی جہاد کے سلسلے میں اُن کے ہر حکم کی پابندی کریں۔ علما اور ہمناؤں کے اتفاقِ رائے سے انہیں متفقہ طور پر "رئیس المجاہدین" کا لقب عطا کیا گیا اور جہاد کے تمام انتظامی و عسکری اختیارات ان کے سپرد کر دیے گئے۔ یہ تقرری نہ صرف حاجی صاحبؒ کی سیاسی و دینی اتھارٹی کو مضبوط کرتی ہے بلکہ اُس وقت کے مزاحمتی اذہان میں ایک مرکزی قیادت کی ضرورت کو بھی پورا کرتی تھی، جس نے بعد ازاں تحریک کو منظم انداز میں چلانے اور متعدد محاذ سنبھالنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔([9])

جب حضرت حاجی صاحبؒ ترنگزئی نے ہجرتِ الی اللہ کے جذبے کے تحت قبائلی علاقے کا رخ کیا، تو اس خبر نے برطانوی اقتدار کے ایوانوں میں زبردست اضطراب پیدا کر دیا۔ انگریز حکام اچانک اس صورتِ حال سے بوکھلا اٹھے اور انہیں احساس ہوا کہ ایک ایسی شخصیت ان کے قابو سے نکل گئی ہے جو عوامی اعتماد، دینی اثر و رسوخ اور انقلابی قوت ـــــ تینوں پہلوؤں سے ایک زبردست چیلنج بن سکتی ہے۔ سرکاری دفاتر میں بے چینی کی فضا چھا گئی اور بیشتر افسران اس پیش رفت کو سلطنتِ برطانیہ کے لیے ایک سخت دھچکا قرار دینے لگے۔

حتیٰ کہ ایک اعلیٰ عہدے دار نے، خبر سُن کر نہایت افسوس کے لہجے میں کہا:

"حاجی صاحب ترنگزئی کا ہمارے ہاتھ سے نکل جانا، ہندوستان میں برطانوی اقتدار کی سب سے بڑی ناکامی ہے۔"

یہ جملہ اُس وقت کے برطانوی ذہن میں چھائے ہوئے خوف اور حاجی صاحبؒ کی تحریک کے اثر و رسوخ کا بہترین عکاس ہے۔ ان کی ہجرت نے درحقیقت برصغیر میں آزادی کی جدوجہد کو ایک نئی روح اور ایک نیا رخ عطا کر دیا۔"([10])

انگریز افسر کی وہ پیش گوئی، جو حاجی صاحبؒ کی ہجرت کے وقت کی گئی تھی، جلد ہی حقیقت کا روپ دھار گئی۔ حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ نے عملی طور پر انگریز اقتدار کے مفادات پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ برطانوی حکومت کے لیے وہ برسوں تک مستقل دردِ سر بنے رہے۔ 1914ء سے 1937ء تک پورے تیئیس برس تک ان کی قیادت میں آزادی و ایمان کی شمع قبائلی علاقوں میں فروزاں رہی۔ اس طویل عرصے میں حاجی صاحبؒ نے کئی اہم معرکے لڑے جنہوں نے نہ صرف انگریزوں کی عسکری برتری کو چیلنج کیا بلکہ آزادی کی تحریک کو نئی قوت عطا کی۔ اسی دوران جب تحریکِ حزبُ اللہ کے خفیہ روابط اور ریشمی خطوط انگریز حکومت کے خفیہ ادارے (C.I.D) کے ہاتھ لگے، تو انگریزوں کو پہلی مرتبہ اس تحریک کی وسعت، منظم نیٹ ورک اور گہرے اثرات کا مکمل اندازہ ہوا۔ برطانوی حکومت نے فوراً سخت کارروائی شروع کی اور ان تمام شخصیات کے خلاف بغاوت کے مقدمات قائم کیے جو کسی نہ کسی صورت میں تحریکِ آزادی کے ساتھ وابستہ تھیں۔ تاریخ میں یہ مقدمہ "ریشمی رومال سازش کیس" کے نام سے معروف ہوا، اور اسی واقعے کے نتیجے میں یہ تحریک بعد میں "ریشمی رومال تحریک" کے نام سے مشہور ہوئی۔

اس سازش کیس کے عدالتی ریکارڈ میں حاجی صاحبؒ ترنگزئی کا کردار نمایاں طور پر ابھرتا ہے۔ بیانِ استغاثہ میں اُن کے بارے میں جو الفاظ درج ہیں، وہ اس بات کے غماز ہیں کہ حاجی صاحبؒ نہ صرف اس تحریک کے روحِ رواں تھے بلکہ عملی سطح پر جہادِ آزادی کے سب سے مؤثر رہنما بھی تصور کیے جاتے تھے۔

عدالتی بیان میں درج ہے:

"سپرنٹنڈنٹ پولیس عرض گزار ہے کہ مندرجہ ذیل اشخاص نے یکم جنوری 1913ء سے یکم جنوری 1917ء کے درمیان برطانوی ہند کے اندر اور باہر سازش کی ہے تاکہ ملکِ معظم شہنشاہ کی افواج کے خلاف جنگ چھیڑی جائے، یا اس کے اقتدارِ اعلیٰ کو برطانوی ہند سے ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ تمام کارروائیاں ضابطۂ فوجداری ہند کی دفعہ 121 (الف) کے تحت سنگین جرائم میں شمار ہوتی ہیں۔" یہ عدالتی تحریر اُس زمانے کی سیاسی فضا کا آئینہ دار ہے، جب آزادی کی ہر صدا کو بغاوت اور وفاداری کے ہر جذبے کو جرم سمجھا جاتا تھا۔ حاجی صاحبؒ ترنگزئی کی جدوجہد نے اسی جبر کے ماحول میں ملتِ اسلامیہ کو بیداری اور غیرتِ ایمانی کا سبق دیا۔"([11]) ریشمی رومال سازش کیس کے سرکاری بیانِ استغاثہ میں کل انسٹھ (59) مجاہدین و رہنماؤں کے نام بطور "سازشیانِ آزادی" درج کیے گئے۔ ان میں حضرت حاجی صاحبؒ ترنگزئی کا نام نمبر ستائیس (27) پر نمایاں طور پر تحریر تھا، اور انہیں "مفرورین" کی فہرست میں شامل کیا گیا۔ یہ اس بات کی صریح دلیل تھی کہ انگریز حکومت حاجی صاحبؒ کی تحریک، ان کے اثر و رسوخ اور ان کی قیادت سے کس قدر خوفزدہ تھی۔

cc BY

سرکاری ریکارڈ میں ان کے بارے میں درج ہے:

"فضل واحد مولوی، فرزند فضل احمد، عرف حاجی ترنگزئی، شمال مغربی سرحدی صوبہ ــــ(مفرور ہے)"۔

یہ مختصر مگر تاریخی جملہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی جدوجہد محض وعظ و تلقین تک محدود نہ تھی، بلکہ وہ عملی میدان میں انگریزوں کے لیے ایک مسلسل خطرہ بن چکے تھے۔ ان کی قیادت میں جہادِ آزادی کی چنگاری قبائلی علاقوں سے اٹھ کر پورے برصغیر میں پھیلنے لگی، اور یہی وجہ تھی کہ برطانوی حکومت نے انہیں اپنے سب سے خطرناک مخالفین میں شمار کیا۔[12]

برطانوی حکومت نے جب ریشمی خطوط سازش کا راز فاش کیا تو اس سے وابستہ افراد اور ان کے روابط کی تفصیلات جمع کرنے کے لیے ایک باقاعدہ دستاویز تیار کی گئی، جسے بعد میں "ریشمی خطوط کی ڈائریکٹری" کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس ڈائریکٹری کا پیش لفظ اے۔ ڈبلیو۔ میر سید، سپرنٹنڈنٹ پولیس، سی۔ آئی۔ ڈی (پولیٹیکل)، پنجاب نے تحریر کیا۔ انہوں نے اس مقدمے کے سرکاری پس منظر کو واضح کرتے ہوئے لکھا:

"اس کتاب میں اُن تمام افراد کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں جن کے نام 1916ء کے ریشمی خطوط کے معاملے (پنجاب سی آئی ڈی نمبر 2824 بابت 1916ء) میں آئے۔ اس ڈائریکٹری کا مقصد ان اشخاص کی شناخت اور پہچان میں سہولت پیدا کرنا ہے جن کا اس سازش سے براہِ راست تعلق تھا، اور ان کی سرگرمیوں کا مختصر تعارف پیش کرنا ہے۔"

یہ تحریر نہ صرف اس مقدمے کی سرکاری حیثیت کو ظاہر کرتی ہے بلکہ اس بات کی بھی غماز ہے کہ انگریز حکومت اس تحریک کو محض ایک "سیاسی خطرہ" نہیں بلکہ ایک منظم انقلابی نیٹ ورک کے طور پر دیکھ رہی تھی۔ ڈائریکٹری کے مندرجات سے واضح ہوتا ہے کہ حاجی صاحب ترنگزئیؒ جیسے رہنما انگریز حکومت کی نگاہ میں خاص طور پر خطرناک سمجھے جاتے تھے، کیونکہ وہ قبائلی و مذہبی قیادت کے ذریعے عوامی بیداری اور عملی مزاحمت کی علامت بن چکے تھے۔"[13]

اس ڈائریکٹری میں حاجی صاحب ترنگزئی کا تعارف ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے کہ مولانا عبیداللہ نے اپنے خطوط میں ان کا ذکر صرف "حاجی" کے نام سے کیا ہے۔ "جنودِ ربانیہ" کی فہرست میں ان کا منصب لفٹننٹ جنرل درج ہے۔ ان کا اصل نام فضل واحد ہے، تاہم عوام میں وہ حاجی صاحب ترنگزئی کے لقب سے معروف ہیں۔ وہ مرحوم ملا ہڈا کے پیروکاروں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں اور پشاور کے نواحی علاقوں میں خاص اثر و رسوخ کے حامل ہیں۔ مزید یہ کہ وہ سخت مذہبی جذبے اور انگریز حکومت کے خلاف شدید مخالفت کے لیے مشہور ہیں۔ سن 1915ء میں وہ مولانا محمود الحسن دیوبندی کے مشورے پر آزاد قبائلی علاقہ منتقل ہوئے، جہاں ان سے مولانا سیف الرحمن بھی آملے۔ اس کے بعد سے وہ مہمند، بونیر اور دیگر قبائل کو جہاد کے لیے ابھارنے میں سرگرم رہے۔ کہا جاتا ہے کہ شبقدر پر حملے کی منصوبہ بندی میں بھی ان کا کردار اہم تھا۔ ان کے روابط کابل کے انقلابی حلقوں سے قائم تھے، جب کہ وہ پانی پت کے محمد اللہ اور صوفی مسجد لاہور کے مولوی احمد کے ذریعے دیوبند تحریک سے مالی و نظریاتی امداد حاصل کرتے رہے۔[14]

اے۔ ڈبلیو۔ میر سید اپنی رپورٹ میں مزید وضاحت کرتے ہیں کہ مولانا محمود الحسن دیوبندی کی ہدایات کے مطابق جون 1915ء میں چار ممتاز افراد ــــ مولانا سیف الرحمن، حاجی صاحب ترنگزئی، فضل ربی، اور فضل محمود ــــ کو سرحد پار اس مقصد کے لیے روانہ کیا گیا کہ وہ قبائلی علاقوں کے عوام کو جہاد کے لیے آمادہ کریں اور برطانوی حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد کو منظم کریں۔ ان شخصیات کی سرگرمیاں بعد ازاں ریشمی رومال سازش مقدمہ کی تفصیلات کا ایک اہم حصہ قرار پائیں۔"[15]

آخر میں اے ڈبلیو میر سید سازشیوں کے خلاف کارروائی کی تجویز کچھ یوں پیش کرتے ہیں:

استغاثہ میں مجموعی طور پر انسٹھ (59) افراد کو سازش میں ملوث قرار دے کر نامزد کیا گیا ہے۔ ان میں سے دو افراد وفات پا چکے ہیں، سات افراد نے سلطانی گواہ کے طور پر سرکاری شکایت کنندگان کے ساتھ تعاون اختیار کر لیا ہے، اور پچیس افراد مفرور قرار دیے گئے ہیں۔ مفرورین کی فہرست میں شامل ہر ایک شخص کے خلاف مفصل ریکارڈ موجود ہونے کے باعث استغاثہ نے تجویز کیا ہے کہ ضابطہ فوجداری ہند کی دفعہ 512 کے تحت (سوائے اُن افراد کے جن کے خلاف شق نمبر 56 لاگو ہے) اُن تمام مفرورین کے خلاف بیاناتِ شہادت پیش کیے جائیں۔"[16]

اگر شمال مغربی سرحدی صوبے کی تحریکِ آزادی کی تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی ہجرت محض وقتی یا انفرادی عمل نہ تھی بلکہ ایک عظیم فکری و عملی انقلاب کی بنیاد تھی۔ اُنہوں نے جب انگریز کے تسلط اور ظلم کے مقابلے میں دار الہجرت کا تصور پیش کیا اور عملی طور پر قبائلی علاقہ کی طرف ہجرت کی، تو یہ عمل دراصل آنے والے عشروں کے لیے ایک نئی راہ متعین کرنے والا ثابت ہوا۔ ان کی اس ہجرت نے برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں آزادی کی نئی روح پھونکی، مجاہدین کو حوصلہ دیا، اور سرحدی خطے میں قومی شعور بیدار کیا۔ یہی وہ فکری چنگاری تھی جس نے بعد میں مختلف قومی و دینی تحریکوں ــــ جیسے تحریکِ خلافت، تحریکِ ازادئ ہند، اور بالآخر تحریکِ پاکستان ــــ کے لیے فضا ہموار کی۔ حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی قیادت میں اُٹھنے والی یہ بیداری دراصل اسلامی جہادِ آزادی کا تسلسل تھی، جو وقت گزرنے کے ساتھ ایک منظم اور عالمگیر تحریک کی شکل اختیار کر گئی، جسے بعد ازاں "تحریکِ ریشمی رومال" کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔ یہی تحریک برصغیر میں سیاسی بیداری، مذہبی غیرت، اور قومی اتحاد کے فروغ کا محرک بنی، اور بالآخر اسی جذبۂ حریت نے قیامِ پاکستان کی راہیں ہموار کیں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی ہجرت دراصل آزادی کی تمام تحریکوں کی فکری اساس اور عملی سنگِ بنیاد تھی، جس کے اثرات بیسوی صدی کے وسط تک پورے برصغیر میں نمایاں رہے۔"[17]

OPEN ACCESS
cc BY

اصلاحِ معاشرہ اور مدارسِ اسلامی کا قیام:

گاؤں واپس لوٹنے کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ ترنگزئی نے ایک مربوط اور دوررس منصوبہ ترتیب دیا جس کا بنیادی محور اصلاحِ معاشرہ تھا۔ اُس وقت برطانوی حکمرانی کے سخت قوانین، اقتصادی استحصال اور سماجی بدعنوانیوں نے عوامی زندگی کو درہم برہم کر رکھا تھا۔ مسلمانوں کو معاشرتی تنزّل اور اخلاقی انحطاط کا سامنا تھا، اور یہی صورتِ حال حاجی صاحبؒ کے لیے باعث تشویش بنی۔ انہوں نے سمجھا کہ صرف سیاسی جدوجہد کافی نہیں——جن حالات میں مذہبی و اخلاقی بنیادیں مضبوط نہ ہوں، وہاں حقیقی آزادی اور بقا ممکن نہیں۔ لہٰذا اصلاحِ معاشرہ اور تبلیغِ دین کو اپنی حکمتِ عملی کا مرکزی جزو بنایا گیا۔

ان کی اصلاحی محنت کے عملی نتائج جلد سامنے آئے۔ عوامی مساجد دوبارہ روحانی اور اجتماعی زندگی کے مراکز بن گئیں، لوگوں کے خیالات و عادات اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھلنے لگے، اور غیر اسلامی و قبیح رواج پیچھے رہ گئے۔ مقامی سطح پر قائم اصلاحی کمیٹیوں نے باہمی نزاعات کو انصاف اور شریعت کے مطابق حل کرنا شروع کر دیا جبکہ انگریزی عدالتوں کا بائیکاٹ ایک شعوری اور منظم اقدام بن گیا۔ حکومت کی ملازمت و سرکاری تسلیمات کو بھی عوام نے اخلاقی و نظریاتی بنیادوں پر ترک کرنا شروع کر دیا۔ تعلیم و تربیت کو آپؒ نے اجتماعی بیداری کا بنیادی جز قرار دیا۔ اُن کی ہدایت پر لوگوں نے اپنی مددِ آپ سے مدارس قائم کیے جہاں طلبہ کو قرآن و سنت، فقہ و عقیدہ کے ساتھ ساتھ ضروری سائنسی اور عددی مضامین بھی پڑھائے جاتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان مدارس میں عسکری تربیت کا ایک معتدل لیکن منظّم پہلو بھی رکھا گیا تاکہ جوانوں میں قومی شعور، ضبطِ عمل اور جذبۂ ایثار پیدا ہو——یوں وہ نہ صرف علمی و مذہبی طور پر مضبوط بنتے بلکہ وطن کی آزادی و حفاظت کے لیے بہادر اور وفادار سپاہی بھی تیار ہوتے۔ مجموعی طور پر حاجی صاحبؒ کی اصلاحِ معاشرہ اور مدارس قائم کرنے کی کوششیں ایک ہمہ جہت حکمتِ عملی کا حصہ تھیں: مقصد محض عبادت یا علمی تربیت نہیں بلکہ ایک ایسا منظم سماجی انقلاب تھا جو قوم کو اخلاقی، فکری اور عملی طور پر آزاد کر کے برطانوی غلامی کے چنگل سے بااختیار بنا سکے"۔(18)

اصلاحِ معاشرہ اور درسگاہوں کا قیام——شیخ الہندؒ کی ہدایت کا تسلسل

حضرت حاجی صاحبؒ ترنگزئی نے جو نظامِ تعلیم و تربیت اور اصلاحِ معاشرہ کی تحریک اپنے علاقے میں شروع کی، وہ دراصل حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی فکری رہنمائی اور تحریکِ عمل کا تسلسل تھی۔ شیخ الہندؒ کی یہ سوچ تھی کہ برطانوی تسلط کے دور میں جب سیاسی آزادی کے تمام راستے محدود کر دیے گئے تھے، تو دینی بیداری اور علمی احیاء ہی حقیقی آزادی کی بنیاد بن سکتی ہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے مخلص تلامذہ اور باصلاحیت رفقاء کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ سرحدی اور قبائلی علاقوں میں مختلف مقامات پر اسلامی درسگاہوں کا ایک مربوط نظام قائم کریں، تاکہ عوام کی فکری و روحانی اصلاح کے ساتھ ساتھ سیاسی بیداری بھی پیدا ہو۔

اسی تناظر میں مولانا غلام رسول ہڑ صاحب رقم طراز ہیں کہ:

"میرے خیال میں شیخ الہندؒ نے یہ طے کر رکھا تھا کہ جو بھی افراد عملی صلاحیت رکھتے ہوں، انہیں یاغستان (یعنی قبائلی علاقوں) میں مختلف مقامات پر دینی مدارس کے قیام کی ترغیب دی جائے۔ ملا صاحب سنڈاکے نے بھی شیخ الہندؒ سے ملاقات کے بعد اسی نوعیت کا کام شروع کیا اور ایک نمایاں اسلامی درسگاہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ حاجی صاحبؒ ترنگزئی چونکہ شیخ الہندؒ سے استفادہ کر چکے تھے، اس لیے ان کے پیشِ نظر بھی اسی طرز پر اسلامی درسگاہوں کا قیام اور اصلاحِ معاشرہ کا فروغ تھا۔"

یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حاجی صاحبؒ ترنگزئی کی تعلیمی اور اصلاحی جدوجہد کوئی انفرادی تحریک نہیں تھی بلکہ دارالعلوم دیوبند کی علمی و فکری تحریک کا عملی مظہر تھی، جسے انہوں نے شمال مغربی سرحدی خطے میں نہ صرف زندہ کیا بلکہ ایک فعال انقلابی قوت میں بدل دیا۔(19)

حوالہ جات

1۔ موضع ترنگزئی چارسدہ سے تقریباً اڑھائی تین میل پر ایک گاؤں ہیں۔

2۔ عزیز جاوید، حاجی صاحب ترنگزئی، علی گڑھ: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، اشاعت 2021ء ص 693

3۔ عزیز جاوید، حاجی صاحب ترنگزئی، ص 73

4۔ عزیز جاوید، حاجی صاحب ترنگزئی، ص 47

5۔ محمد شفیع صابر، تذکرہ سرفروشانِ سرحد، یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور، 1428ھ/2007ء، ص 221

6۔ صابر، محمد شفیع، شخصیات سرحد، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، ص 103

CC BY

[7]۔مدنی، حسین احمد، مولانا، سید، نقش حیات، دارالاشاعت، کراچی، س ن، ج2، ص189

[8] ۔ اثر، عبدالحلیم، روحانی رابطہ اور روحانی تڑون، یونیورسٹی بک ایجنسی، جلد دوم، ص:984

[9]۔عزیز جاوید، حاجی صاحب ترنگزئی، ص91

[10] ۔ تذکرہ سرفروشانِ صوبہ سرحد، ص229

[11] ۔سید محمد میاں، تحریک ریشمی رومال، مکتبہ محمودیہ لاہور، ص:213

[12] ۔ تحریک ریشمی رومال، سید محمد میاں، ص:215

[13] ۔ریشمی رومال تحریک، سید محمد میاں، ص:323،324

[14] ۔ریشمی رومال تحریک، سید محمد میاں، ص:355،356

[15] ۔ تحریک ریشمی رومال، سید محمد میاں، ص:232

[16] ۔ تحریک ریشمی رومال، سید محمد میاں، ص:258

[17] ۔روحانی رابطہ اور روحانی تڑون، ص:970

[18] ۔ قلمی یاداشت از عبدالغفار باچاساکن ترنگزئی بحوالہ کتاب حاجی صاحبؒ ترنگزئی، ص54

[19] ۔ تحریک مجاہدین، طلحہ منزل لاہور، 1418ھ/1997ء، ص530

OPEN ACCESS